نگاہ اولین

نظام حکومت وسیاست اور ہماری ذمہ داری

مدیر التحریر

رب کائنات نے انسان کو اپنی بندگی کے لیے پیدا فرمایا۔ اور ارض وسما میں اس کی زندگی کے لوازمات فراہم فرمائے۔ان لوازمات میں دنیاوی زندگی کا نظام حکومت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔

اللہ پاک نے مؤمنوں کو اپنی اور مبعوث کردہ رسول ﷺ کی مستقل اطاعت کا حکم فرمانے کے بعد اولوالامر یعنی حکمرانِ وقت کے احکام کی تابعداری کا حکم بھی دیا ہے۔رحمت دوعالم ﷺ نے اپنی امت کو حکومت کے ساتھ وفاداری نبھانے کی تلقین مختلف پیرایوں میں انتہائی تاکید کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔لیکن حکمران کی بھی ذاتی خواہشات ہوتی ہیں، پھر اقتدار واختیار ان کو مزید بڑھانے اور بڑھکانے کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے،اس لیے اختلاف کے وقت قرآن وسنت کی طرف رجوع کا حکم دیا۔

جمہوریت حکمرانوں کو یہ سکھاتی ہے کہ: چار پانچ سال کے لیے ملک کے خزانے تمہارے ہیں، اگلے انتخابات میں بھی حصہ لینا ہے، اس لیے اس زرین موقع سے خوب فائدہ اٹھاؤ۔ "اسلامی" جمہوریہ پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام بھی انہی کے ہاتھوں لٹ رہے ہیں، کٹ رہے ہیں، پٹ رہے ہیں اور مٹ رہے ہیں۔ یہ نظام جہاں عوام کو درپیش ہزاروں مشکلات کا بنیادی سبب ہے، حکمرانوں کے لیے کرپشن کا گیٹ کھولنے کی چابی ہے اور احتساب کی راہ میں حائل سنگ گراں ہے؛ وہاں عوام کو بھی چند سال بعد ماضی سے سبق سیکھنے اور مستقبل سنوارنے کی امید پر نیا تجربہ کرنے کا موقع بھی دیتا رہتا ہے۔

صحیفہ اہل حدیث کراچی کے شکریہ کے ساتھ بعض دانشوروں کے تجربات کا نچوڑ پیش خدمت ہے:

﴿1﴾: حکیم ابونصر محمد بن ترخان الفارابیؒ (-۳۳۸ھ) نے اصولِ شہریت اور مقاصد حیات کو مرتب کرتے ہوئے اشرف المخلوقات کے بلند درجے کو واضح کردیا ہے۔ آپ اعلیٰ حکمران کے لیے "رئیس الاول" کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں۔ رئیس الاول کے لیے بے عیب جسم، قوتِ کلام وبیان، ذکاوت وذہانت، شرافتِ نفس، قوتِ حافظہ، عدل وانصاف، تعصب سے نفرت، آسودہ حالی، وسعت قلبی، وسعت

نظری، سچائی وراستبازی اور معتدل مزاجی جیسی خوبیوں کا حامل ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ اگر حکمران کے بجائے یہ اوصاف دیگر قائدین میں سے کسی میں ہوں تو اُس کو ہی رئیس الاول بنا دینا چاہیے۔

﴿۲﴾: ابوالحسن علی بن محمد حبیب الماوردیؒ (۳۶۴ھ) مقتدرِ اعلیٰ کے لیے یہ صفات لازمی قرار دیتے ہیں: (1): دیندار ہو اور رعایا کو احکام دین پر عمل کرانے والا ہو۔ (2): امن وامان کا محافظ ہو۔ (3): عادل ومنصف ہو اور کمزوروں کا محافظ ہو۔ (4): مجرم کو بلا امتیاز سزا دے۔ (5): سرحدوں کا محافظ ونگران ہو۔ (6): غرباء ومساکین کے لیے وظائف جاری کرتا ہو۔ (7): عوام کے حقوق کا مکمل نگہبان ہو۔ (8): امورِ مملکت کی بجا آوری کے لیے دیانتدار اور لائق نائبین کا انتخاب کرے۔

﴿۳﴾: کیکاؤس بن سکندرؒ حکمران کے ضروری اوصاف میں تحریر کرتے ہیں:

(1): عدل وانصاف کا خوگر ہو، کیونکہ حکومت کا بنیادی مقصد ہی یہی ہے۔ (2): سخاوت شعار ہو، تاکہ عوام خوش حال رہیں۔ (3): راست گو، حق پرست اور بیباک ہو، جھوٹ سے نفرت کرنے والا ہو۔

﴿۴﴾: میکالی (1469ء) نے 1495ء میں اٹلی کی حکومت کے بارے میں لکھا ہے: "اٹلی بدترین سیاسی بدعنوانی کی زندہ تصویر ہے۔ سرکاری استبداد اور ریاستی دہشت گردی کا دور دورہ ہے۔ جبری حکومت، جبری مشقت اور مختلف طریقوں سے دباؤ بڑھانے کو کامیابی کی ضمانت سمجھا جاتا ہے۔ لیڈروں میں حب الوطنی کی جگہ خودغرضی اور ذاتی مفاد پرستی دیوانگی کی حد تک بڑھ چکی ہے۔ سیاسی ضابطہ اخلاق، میرٹ کا احترام اور انسانی جذبات کی پاسداری فنا ہو چکے ہیں۔ کڑی سزائیں، قتل اور قید وبند معمولِ روز وشب ہے، حتی کہ انسان اور چڑیا کے شکار میں کوئی فرق نہیں۔ حصول و بقائے اقتدار کے لیے کوئی اخلاقی طریقہ نہیں؛ بلکہ چالبازیوں، سیاسی ہتھکنڈوں اور سیاسی کارکنوں کو ذاتی مفادات میں الجھا کر جمہور کا ناطقہ بند کر کے اقتدار پر قبضہ جمایا جاتا ہے۔ یہ حالت ارسطو کے اس قول کی زندہ تصویر ہے: **"جب انصاف اور قانون کو انسان سے الگ کر دیا جاتا ہے، تو انسان دنیا کے ہر جانور سے بدتر جانور بن جاتا ہے۔"**

﴿۵﴾: ہالینڈ یونیورسٹی آف لیڈن کا پروفیسر اور مشہور مفکر مسٹر ہیوگو کریب لکھتا ہے: ریاست قانون کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور قانون ہی کے ذریعے اس کے پاس اختیارات ہوتے ہیں۔ ریاست قانون کی تخلیق ہے اور قانون اس سے برتر ہے۔ کمیونٹی اور ریاست اس طرح بن جاتی ہے کہ اصولِ قانون

اس کے ممبروں کو یکجا کرتا ہے، افراد اور اداروں کے درمیان تعلقات میں باقاعدگی اور نظم وضبط پیدا کرتا ہے۔ ہر عہدے دار قانون کا پابند اور قانون کا نمائندہ ہے۔ قانون ہی کے ذریعے دوسرے عہدیداروں اور اداروں سے اس کے روابط میں باقاعدگی پیدا ہوتی ہے۔ حکومت اور حاکمیت خود قانون کی تخلیق ہوتی ہے۔ ریاست قانون ہے نہ کہ طاقت۔ ریاست ایک قانونی کمیونٹی ہے۔

قارئین کرام! بعض مسلم اور غیر مسلم دانشوروں اور ماہرین قانون وسیاست کے افکار مختصراً پیش کیے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں ہم اپنے ہم وطنوں کو دعوت دیتے ہیں کہ جن حکومتوں کو دیکھ اور پرکھ چکے ہیں یا بھگت رہے ہیں، اپنے مشاہدے کی روشنی میں ان کا جائزہ لیں۔ میکالی کے بیان سے عبرت حاصل کریں۔

اسلامی نظام حکومت اعلیٰ اقدار اور زبردست اوصاف وکردار کا متقاضی ہے؛ کیونکہ ''**یؤم القوم أقرؤهم لكتاب الله، فإن كانوا في القراءة سواء فأعلمهم بالسنة**......'' ''قوم کی قیادت کا حقدار وہ ہے جو ان میں سے سب سے بڑھ کر کتابِ الٰہی کا علم وفہم رکھتا ہو، اس شرف میں برابری ہو تو اس کو ترجیح ہے جو سنت نبوی میں زیادہ راسخ ہو......'' [صحیح مسلم کتاب المساجد ١٧٢/٥] یقیناً کتاب وسنت کا پختہ علم مخلص مسلمان قریشی کو نہ صرف مذکورہ بالا؛ بلکہ مزید اعلیٰ وبرتر اوصافِ حمیدہ کا خوگر بنائے گا۔

افسوس اب نظام اسلام کی بات طاق نسیان میں ہے۔ پھر بھی کروڑوں ہم وطنوں کی نسل درنسل زندگیاں بہرحال یہیں گزریں گی۔ لہٰذا اس وطن کو زندہ و پائندہ رکھنا ہماری اور آئندہ آنے والی نسلوں کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں اپنی سیاسی وابستگیوں پر نظر ثانی کرنا چاہیے۔ کم ازکم ان اوصاف اور شروط کو تومدِ نظر رکھنا چاہیے، جو دانشوروں اور قانون دانوں کی رائے میں حکمران ٹولے کے لیے ضروری ہیں۔

اکثر عوام کو حکمرانوں اور حزب اختلاف سمیت تمام سیاسی پارٹیوں سے بہت زیادہ شکایات ہیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں بار بار کے تجربات نے جمہوری نظام سے متنفر کردیا ہے۔ اسی لیے انتخابات میں بدعنوانیوں کے باوجود کاسٹ ہونے والے ووٹوں کی نسبت بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن جمہوریت ووٹنگ سے بائیکاٹ کرنے والی اکثریت کو ''انسان'' ہی شمار نہیں کرتی۔ پھر ووٹ دینے والی ''اقلیت'' جو لامحدود سیاسی پارٹیوں میں بٹی ہوتی ہے' میں سے نسبتاً زیادہ سیٹیں حاصل کرنے والی پارٹی کو حکومت سازی کا حق دیتی ہے۔

اب اگر اسے مرکز اور صوبوں میں سادہ اکثریت حاصل نہ ہو، تو **''ضمیروں کا کاروبار''** عروج پر پہنچ